تنزیہ المکانۃ الحیدریہ
عن وصمۃ عھد الجاھلیہ

۱۳۱۲ھ

زمانہء جاہلیت کے عیب سے مقامِ حیدری کی پاکی کا بیان

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

رسالہ

تنزیہ المکانۃ الحیدریہ عن وصمۃ عہد الجاھلیہ ۱۳۱۲ھ

(زمانہ جاہلیت کے عیب سے مقامِ حیدری کی پاکی کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۹ از بنارس کندی گڈھ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۹ جمادی الآخری ۱۳۱۲ھ

بخدمت لازم البرکت، جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول، جناب مولٰینا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدّ اللہ فیضانہ (اللہ تعالٰی آپ کا فیضان ہمیشہ جاری رکھے۔ ت) از جانب خادم الطلبہ عبدالغفور سلام علیک قبول باد، اس مسئلہ میں یہاں درمیان علماء کے اختلاف ہے لہذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکت ہے امید کہ جواب سے مطلع فرمائیں۔

زید کہتا ہے کہ جناب علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ چونکہ قبل از بلوغ ایمان لائے اور نہ پہلے بُت پرستی شرک و کفر وغیرہ کے آپ مبتلا ہوئے نیز بلحاظِ حدیث شریف؛

کلّ مولودٍ یولدُ علی الفطرۃ۔[1] ہر بچّہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے (ت)

یہ کہنا کہ آپ پہلے کافر تھے بعد ازاں مسلمان ہوئے صحیح نہیں، اور جملہ مذکور بہ نسبت آپ کے سُوئے ادب میں داخل ہے۔

عمرو کہتا ہے چونکہ اطفال تابع والدین کے ہوتے ہیں اور والدین آپ کے حالتِ کفر پر تھے، لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ پہلے علی مرتضٰی کافر تھے بعد ازاں مسلمان ہوئے فقط۔ اس صورت میں زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا؟ بیّنوا تُوجروا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ الذی کرم وجہ علی ن المرتضٰی، فلم یزل محظوظا منہ بعین الرضٰی، والصّلوٰۃ والسلام علی السید العلی الرضی الارضٰی، شفیع المذنبین یوم فصل القضاء، وعلٰی اٰلہ وصحبہ بعدد کل من یاتی ومضٰی۔

اللہ کے نام سے شروع نہایت مہربان رحم والا۔ ساری تعریف اللہ کے لئے جس نے علی مرتضٰی کے چہرے کو عزت وکرامت بخشی تو وہ ہمیشہ اس کی رضا وخوشنودی سے بہرہ ور رہے۔ اور درود وسلام ہو بلند، پسندیدہ، پسندیدہ تر سردار، فیصلۂ قضا کے دن گنہگاروں کے شفیع پر اور اُن کی آل اور ان کے اصحاب پر تمام اگلے پچھلوں کی تعداد کے برابر۔ (ت)

قولِ زید حق وصحیح قولِ عمرو باطل وقبیح ہے۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) یہ تو ظاہر ومعلوم وثابت ہے کہ حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الاسنٰی وقتِ بعثتِ سراپا برکت حضور پُر نور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فوراً مشرف بتصدیق وایمان ہوئے اس وقت عمر مبارک حضرتِ مرتضوی آٹھ دس سال تھی اور بالیقین جو عاقل بچّہ اسلام لائے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ماقیل فی اولاد المشرکین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۵
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی ذراری المشرکین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۲
جامع الترمذی ابواب القدر باب ماجاء کل مولود یولد علی الملۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۳۳

حکمِ اسلام میں مستقل بالذات ہے پھر کسی کی تبعیت سے اس پر حکم دیگر حلال نہیں۔

فی المواھب، کان سِنّ عَلِیّ رضی اللہ تعالٰی عنہ اذ ذاك عشر سِنین فیما حکاہ الطّبری اھ[1]

مواہب لدنیہ میں ہے، اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی عمر دس سال تھی، جیسا کہ طبری نے ذکر کیا ہے اھ۔

قال الزرقانی، وھو قول ابن اسحٰق واقتصر المصنّف علیہ لقول الحافظ انہ ارجح الاقوال[2]

زرقانی نے فرمایا، یہی ابن اسحٰق کا بھی قول ہے، مصنف نے صرف اسی قول کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ سب سے راجح قول یہی ہے۔ (ت)

وروی ابن سُفیٰن باسناد صحیح عن عُروۃ قال اسلم علیؓ وھو ابن ثمان سنین وصدر بہ فی العیون[3] الخ۔

اور ابن سفیان نے بسندِ صحیح حضرت عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے۔ عیون الاثر (لابن سید الناس) میں اسی قول کو پہلے ذکر کیا ہے۔ (ت)

وفی ردّ المُحتار، قولہ وسِنّہٗ سبع وقیل ثمان وھو الصحیح، و اخرجہ البخاری فی تاریخہ عن عُروۃ۔ وقیل عشر اخرجہ الحاکم فی المستدرك۔ وقیل خمسۃ عشر وھو مردود و تمامہٗ ذٰلك مبسوط فی الفتح اھ[4]۔

ردالمحتار میں ہے، قولہ ان کی عمر سات سال تھی۔ اور کہا گیا کہ آٹھ سال تھی۔ یہی صحیح ہے، اسی کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت عروہ سے روایت کیا۔ اور کہا گیا کہ دس سال تھی، اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ اور کہا گیا کہ پندرہ سال تھی، یہ قول مردود و نامقبول ہے۔ پوری تفصیل فتح القدیر میں ہے اھ۔ (ت)

وفی نکاحہٖ عن احکام الصغار

ردالمحتار کتاب النکاح میں احکام الصغار

---

[1] المواھب اللدنیہ المقصد الاوّل اول من اٰمن المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۱۶

[2] و [3] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ " " " " دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۴۲

[4] ردّ المحتار کتاب الجہاد باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۰۷

للاستروسنی انه قبل البلوغ تبع لابویه فی الدین مالم یصف الاسلام[1] قال، فافاد ان التبعیة لاتنقطع الا بالبلوغ او بالاسلام بنفسه و به صرح فی البحر[عہ] والمنح من باب الجنائز اھ۔

للاستروشنی سے نقل ہے، بچہ قبل بلوغ دین میں اپنے والدین کا تابع ہے جب کہ خود مسلمان نہ ہوا ہو۔ شامی نے کہا: افادہ فرمایا کہ یہ تبعیت بالغ ہونے یا خود اسلام لانے ہی سے ختم ہوتی ہے، اسی کی تصریح بحرالرائق[عہ] اور منح الغفار باب الجنائز میں بھی ہے اھ (ت)

تو بعدِ بعثت تو اس خیال شنیع کی زنہار گنجائش نہیں بلکہ اس سے پیشتر بھی کہ جب قریش مبتلائے قحط ہوئے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوطالب پر تخفیفِ عیال کے لئے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو اپنی بارگاہِ ایمان پناہ میں لے آئے تھے کما ذکرہ ابن اسحٰق[2] فی سیرتہ (جیسا کہ اس کو ابن اسحٰق نے اپنی سیرت میں ذکر کیا۔ ت)

حضرت مولٰی نے حضور مولی الکل سید الرسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کنارِ اقدس میں پرورش پائی، حضور کی گود میں ہوش سنبھالا، آنکھ کھلتے ہی محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا جمالِ جہاں آرا دیکھا، حضور ہی کی باتیں سُنیں، عادتیں سیکھیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہ وبارک وسلم۔ تو جب سے اُس جنابِ عرفان مآب کو ہوش آیا قطعًا یقینًا ربّ عزّ وجلّ کو ایک ہی جانا، ایک ہی مانا۔ ہرگز ہرگز بتوں کی نجاست سے اس کا دامنِ پاک کبھی آلودہ نہ ہوا۔ اسی لئے لقبِ کریم "کرّم اللہ تعالٰی وجہہ" ملا۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

عہ ولفظہ: ولاتزول التبعیة الی البلوغ، نعم تزول التبعیة اذا اعتقد دینا غیر دین ابویه اذا عقل الادیان فحینئذ صار مستقلا۔[3]

ولفظہ: تبعیت بلوغ تک ختم نہیں ہوتی، ہاں اس وقت تبعیت ختم ہوجاتی ہے جب ادیان کی سمجھ رکھ کر اپنے ماں باپ کے دین کے علاوہ کسی دین کا معتقد ہوجائے اب وہ (تابع نہ رہا) خود مستقل ہوگیا۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب نکاح الکافر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۹۴
[2] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ذکران علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اول ذکر اسلم الجزأین الاولین دار ابن کثیر بیروت ص ۲۴۶
[3] بحرالرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹۰

ذوالفضل المبین (یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے وہ نمایاں فضل والا ہے۔ ت)

اب رہ گئے صرف چند برس جو روزِ پیدائش سے بالکل ناسمجھی کے ہوتے ہیں جن میں بچہ نہ کچھ ادراک رکھتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عمر میں حقیقۃً تو کوئی بچہ کافر نہیں کہا جا سکتا[عہ] کہ صدقِ مشتق قیامِ مبدء کو مستلزم۔ کفر تکذیب ہے، اور تکذیب بے ادراک و تمیز نامتصور بلکہ اس وقت تک ہر بچے کا دینِ فطری اسلام ہے کما نطقت بہ صحاح الاحادیث (جیسا کہ صحیح احادیث اس پر ناطق ہیں۔ ت)

ہاں جس کے والدین کافر ہوں اس پر ان کی تبعیت کا حکم کیا جاتا ہے جبکہ تبعیت متصور بھی ہو ورنہ نہیں، جیسے وہ بچہ جسے دارالاسلام میں اسیر کرلائیں اور اس کے کافر ماں باپ دارالحرب میں رہیں کہ بوجہِ اختلافِ دار تبعیتِ اَبَوَین منقطع ہوگئی، اب یہ تبعیتِ دار اُسے مسلم کہا جائیگا۔

فی جنائز الدر صبی سُبِیَ مع احد ابویہ لایصلی علیہ لانہ تبع لہ ولو سُبِیَ بدونہ فمسلم تبعًا للدار اوللسابی[1] اھ ملخصًا۔

درمختار کتاب الجنائز میں ہے: کوئی بچہ اپنے حربی والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ (دارالحرب سے) گرفتار کرکے (دارالاسلام میں) لایا گیا (اور مرگیا) تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ وہ (کافر حربی کے) تابع ہے۔ ہاں اگر تنہا گرفتار ہو تو دارالاسلام یا گرفتار کرنے والے کے تابع ہونے کے باعث مسلم ہے اھ ملخصًا۔ (ت)

عہ نتیجہ یہ نکلا کہ کفر بے ادراک و تمیز غیر متصور ہے۔ لہذا ناسمجھ بچہ کفر سے خالی ہوگا۔ جب کفر اس کے ساتھ قائم نہیں تو اس پر کافر کا اطلاق بھی درست نہیں کیونکہ کافر، کفر سے مشتق ہے اور کسی پر مشتق صادق ہونے کے لئے مصدر سے اس کا متصف ہونا لازم ہے جیسے لفظِ عالم کسی پر صادق آنے کے لئے علم سے اس کا متصف ہونا لازم ہے۔ لہذا بچہ جب مبدأ (کفر) سے خالی ٹھہرا تو اس پر مشتق (کافر) کا اطلاق بھی نہیں ہوسکتا ۱۲ محمد احمد مصباحی۔

[1] الدرالمختار کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

وفی نکاحہ : الولد یتبع خیر الابوین دیناً ان اتحدت الدار[1] الخ۔

درمختار کتاب النکاح میں ہے : باعتبارِ دین ماں باپ میں سے جو بہتر ہو بچہ اُسی کا تابع ہوتا ہے اگر دار ایک ہو الخ (ت)

جب یہ امر منقح ہولیا اب یہاں اس نرے ناسمجھ کی عمر پر بھی یہ ناگوار و ناسزا خیال، دو امر کے ثبوتِ کافی کا محتاج :

امرِ اوّل حضرت فاطمہ[ع۱] بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا اور ابوطالب دونوں کا اس وقت تک کافر ہونا کہ ان میں ایک بھی مُوحّد ہو تو بچہ اس کی تبعیت سے موحد کہا جائے گا کافر کی تبعیت ہرگز نہ کرے گا لما نصّوا علیہ قاطبۃ من انّ الولد یتبع خیر الابوین دیناً[2] (کیونکہ تمام علماء نے نص فرمایا کہ ماں باپ میں سے باعتبارِ دین جو بہتر ہو بچہ اسی کے تابع ہوتا ہے۔ ت)

امر دوم اس وقت حکمِ تبعیت صادق و ثابت ہونا۔

ان دو امر سے اگر ایک بھی پایۂ ثبوت سے ساقط رہے گا تو یہ بیہودہ خیال، خیال کرنیوالے کے منہ پر مارا جائے گا، مگر مولٰی علی کے رب جلّ وعلا کو حمد وثنا ہے کہ بفضلہٖ تعالٰی ان دو میں سے ایک بھی ثابت نہیں۔

اوّلاً اہلِ فترت جنھیں انبیاء اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہم کی دعوت نہ پہنچی تین قسم ہیں :

اوّل مُوحّد جنھیں ہدایت ازلی نے اس عالمگیر اندھیرے میں بھی راہِ توحید دکھائی جیسے قس بن ساعدہ[ع۲] وزید بن عمرو بن نفیل و عامر بن الظرب عدوانی وقیس بن عاصم تمیمی وصفوان

ع۱ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی والدہ ماجدہ جو صحابیہ ہوئیں ۱۲ محمد احمد

ع۲ یہ دونوں مقبول بندے زمانۂ جاہلیت میں نہ صرف موحّد تھے بلکہ پیش از بعثتِ محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعثتِ شریفہ پر بھی ایمان رکھتے۔ قس نے بازار عکاظ کے خطبے میں اپنی قوم سے فرمایا : عنقریب ادھر سے ایک حق ظاہر ہونے والا ہے۔ اور مکہ کی طرف اشارہ کیا، لوگوں نے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] و [2] الدرالمختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۰

بن ابی امیہ کنانی و زہیر بن ابی سلمٰی شاعر وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم۔[1]

دوم مشرک کہ اپنی جہالتوں ضلالتوں سے غیر خدا کو پوجنے لگے، جیسے کہ اکثر عرب۔

سوم غافل کہ براہ سادگی یا انہماک فی الدنیا اخفش اس مسئلہ سے کوئی بحث ہی نہ ہوئی، بہائم کے مثل زندگی کی۔ اعتقادیات میں نظر سے غرض ہی نہ رکھی یا نظر و فکر کی مہلت نہ پائی۔ بہت زنان (عورتوں) وچوپایوں و اہلِ بوادی (صحرا جنگل والوں) کی نسبت یہی مظنون (گمان) ہے۔

قال العلامۃ الزرقانی، ومن جاھلیۃ عم الجھل فیھا شرقا و غربا

علامہ زرقانی نے کہا، ایسا عہد جاہلیت جس میں مشرق و مغرب ہر طرف جہالت عام ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کہا وہ حق کیا ہے؟ کہا، لوی بن غالب کی اولاد سے ایک مرد کہ تمہیں کلمۂ اخلاص اور ہمیشہ کے چین اور دائمی نعمت کی طرف دعوت فرمائیگا تم اس کی بات ماننا، اگر میں جانتا کہ اس کی بعثت تک زندہ رہوں گا تو سب سے پہلے میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا رواہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما (اس کو ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں، مجھ سے زید بن عمرو نے کہا میں اپنی قوم کا مخالف اور دین ابراہیم واسمٰعیل کا تابع ہوا، وہ دونوں بتوں کو نہ پوجتے اور اس قبلہ کی طرف نماز پڑھتے تھے، میں اولادِ اسمٰعیل سے ایک نبی کے انتظار میں ہوں مگر میرے خیال میں اس کا زمانہ نہ پاؤں گا میں اس پر ایمان لاتا ہوں، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہے، اے عامر! اگر تمہاری عمر وفا کرے تو انھیں میرا سلام پہنچانا۔ عامر فرماتے ہیں، جب میں نے حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زید کا یہ قصہ بیان کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کے حق میں دعائے رحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا: میں نے اسے دیکھا کہ جنت میں دامن کشاں سیر کر رہا ہے۔ رواہ ابن سعد[3] والفاکھی عنہ، رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ غفرلہ (اس کو ابن سعد اور فاکہی نے عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول باب فاقام مکۃ ... یتعلق بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۸۳

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابی نعیم فی دلائل النبوۃ المقصد الاول دارالمعرفت بیروت ۱/۱۸۲

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 بحوالہ ابن سعد والفاکہی 〃 〃 〃 〃 ۱/۱۸۳

وفقد فیھا من یعرف الشرائع ویبلغ الدعوۃ علٰی وجھھا الانفرا یسیرا من احبار اھل الکتاب مفرقین فی اقطار الارض کالشام وغیرھا واذا کان النساء الیوم مع فشو الاسلام شرقاً وغرباً لایدرین غالب احکام الشریعۃ لعدم مخالطتھن الفقہاء، فما ظنک بزمان الجاھلیۃ والفترۃ الذی رجالہ لایعرفون ذٰلک فضلا عن نسائہ، ولذا لما بعث صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعجب اھل مکۃ وقالوا ابعث اللہ بشرا رسولا، وقالوا لوشاء ربنا لانزل ملٰئکۃ، وربما کانوا یظنون ان ابراھیم علیہ السلام بعث بماھم علیہ فانھم لم یجدوا من یبلغھم شریعتہ علٰی وجھھا لدثورھا وفقد من یعرفھا اذ کان بینھم وبینہ ازید من ثلٰثۃ الاف سنۃ، قالہ فی مسالک الحنفاء والدرج المنیفۃ[1] اھ باختصار۔

احکامِ شریعت جاننے والے اور صحیح طور سے دعوت کی تبلیغ کرنے والے ناپید ہیں، صرف چند علماء اہلِ کتاب ہیں جو اطرافِ زمین شام وغیرہ میں منتشر ہیں ــــ اور آج جبکہ اسلام شرق وغرب میں پھیل چکا ہے عورتوں کا یہ حال ہے کہ اکثر احکامِ شرع سے بے خبر رہتی ہیں کیونکہ علماء سے ان کا ربط اور وابستگی نہیں۔ پھر عہدِ جاہلیت اور زمانۂ فترت کی عورتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جبکہ عورتیں درکنار مرد بھی ان سب سے ناآشنا ہوتے تھے، اسی لئے تو جب رسولِ خدا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو اہل مکہ کو تعجب ہوا، بولے: کیا اللہ نے کسی انسان کو رسول بنا کر مبعوث کیا ہے؟ اور بولے: اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اتارتا۔ وہ تو یہاں تک سمجھا کرتے تھے کہ جو کچھ وہ کررہے ہیں اُن ہی باتوں کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے، اس غلط خیالی کی یہی وجہ تھی کہ شریعتِ ابراہیمی کو صحیح طور سے کوئی پہنچانے والا ہی ان کو نہ ملا، کیونکہ اس کے نشانات مٹ گئے تھے اور اس کے جاننے والے بھی ناپید ہوچکے تھے، اس لئے کہ ان اہل مکہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تین ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ تھا۔ یہ مسالک الحنفاء اور الدرج المنیفہ میں فرمایا گیا ہے[1] اھ باختصار (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی مواہب اللدنیۃ المقصد الاول باب وفاۃ امہ ومایتعلق بابویہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۸۴

جماہیر ائمہ اشاعرہ رحمہم اللہ تعالٰی کے نزدیک جب تک بعثتِ اقدس حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہو کر دعوتِ الٰہیہ انھیں نہ پہنچی یہ سب فرقے ناجی وغیر معذب تھے

لقولہ تعالٰی وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا[1]

اللہ تعالٰی کے اس قول کے مطابق: ہم عذاب فرمانے والے نہ تھے یہاں تک کہ بھیج لیں رسول۔

(والجواب بتعمیم الرسول العقل اوتخصیص العذاب بعذاب الدنیا خلاف الظاھر فلا یصار الیہ الا بموجب ولا موجب) اقول بلٰی احادیث صحیحۃ صریحۃ کثیرۃ بشیرۃ ناطقۃ بعذاب بعض اھل الفترۃ کعمرو بن لحی وصاحب المحجن وغیرھما وبہ علوات ردھا بجعلھا معارضۃ للقطعی کما صدر عن العلامۃ الابی والامام السیوطی وکثیر من الاشعریۃ لاسبیل الیہ فان قطعیۃ الدلالۃ غیر مسلم فلا یھجم بمثل ذٰلک علٰی رد الصحاح والکلام

(اشاعرہ کے جواب میں یہ کہنا کہ رسول سے مراد عام ہے خواہ انسان ہو یا عقل یا یہ کہ عذاب سے مراد صرف عذابِ دنیا ہے (یعنی جب تک ہم کوئی رسول نہ بھیج لیں دنیا میں عذاب نہیں دیتے اور عذابِ آخرت دعوتِ رسول پہنچے بغیر بھی ہوسکتا ہے) یہ (تاویل) خلافِ ظاہر ہے جس کی طرف رجوع کا کوئی موجب نہیں۔ اقول کیوں نہیں بہت ساری صحیح صریح حدیثیں بعض اہلِ فترت کے عذاب (دنیاوی) پر ناطق ہیں جیسے عمرو بن لحی اور ٹیڑھے ڈنڈے والا آدمی (جو اپنے ڈنڈے سے لوگوں کی چیزیں اُچک کر چُرالیتا تھا) اور اُن دونوں کے علاوہ ——— اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان صحیح حدیثوں کو رَد کرنے کی کوئی وجہ نہیں یہ کہتے ہوئے کہ یہ احادیث نص قطعی کے خلاف ہیں جیسا کہ علامہ اُبی، امام سیوطی اور بہت سے اشعریہ نے یہی کہہ کر رَد کردیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس معنٰی پر آیت کی دلالت

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۵

ھٰھنا طویل لیس ھذا موضعہ ولا نحن بصدد ہ۔)

قطعی ہونا مسلّم نہیں تو پھر غیر قطعی الدلالۃ نص سے احادیث صحیحہ کے رَد کا ارتکاب نہیں کیا جاسکتا۔ کلام یہاں پر طویل ہے جس کا یہ محل نہیں اور نہ ہی یہاں پر ہمارا مقصود ہے ۱۲ مترجم)

خصوصًا جُہالِ عرب جنھیں قرآن عظیم جابجا اُمّی وجاہل و بے خبر و غافل بتارہا ہے، صاف ارشاد ہوتا ہے:

تنزیل العزیز الرحیم ۝ لتنذر قومًا ما انذر اٰباؤھم فھم غٰفلون ۝[1]

اتارا ہُوا زبردست مہر والے کا کہ تُو ڈرائے ان لوگوں کو کہ نہ ڈرائے گئے ان کے باپ دادا تو وہ غفلت میں ہیں۔

اور خود ہی ارشاد ہوتا ہے:

ذٰلك ان لم یکن ربك مھلك القرٰی بظلم و اھلھا غٰفلون ۝[2]

یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ظلم سے جب کہ ان کے رہنے والے غفلت میں ہوں۔

قلت ای وھذا وان کان ظاھرًا فی عذاب الدنیا وعذاب الاٰخرۃ منتف بالفحوٰی فان الملك الکریم الذی لم یرض للغافل بعذاب منقطع لایرضٰی بعذاب دائم من باب اَولٰی **اقول** لکن الغفلۃ انما ھی علٰی امر الرسالۃ والنبوۃ والسمعیات کبعث وغیرہ، وقد قلنا بموجبھا فی ذٰلك۔ امّا التوحید فلا غفلۃ عنہ مع وضوح الدلائل وکفایۃ العقل

قلت یہ آیت اگرچہ غفلت والے سے عذابِ دنیا کی نفی میں ظاہر ہے اور عذابِ آخرت کی نفی مفہوم سے ہوجاتی ہے کیونکہ جس بادشاہِ کریم نے غافل کے لئے دُنیا کا فانی عذاب پسند نہ کیا وہ آخرت کا دائمی عذاب بدرجہ اَولٰی پسند نہ فرمائیگا **اقول** لیکن یہ وہ غفلت ہے جو رسالت، نبوت اور سمعی عقائد بعث وغیرہ کے باب میں ہو اور اس باب میں مُوجبِ غفلت پائے جانے کے ہم قائل ہیں لیکن توحید سے غفلت کا کوئی موجب نہیں جب کہ اس کے دلائل واضح ہیں اور عقل اسکی

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۵ و ۶

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۳۱

وقد قال اللہ تعالٰی ، قل لمن الارض ومن فیہا ان کنتم تعلمون ○ سیقولون للہ ط قل افلا تذکرون ○ قل من رب السمٰوٰت السبع ورب العرش العظیم ○ سیقولون للہ ط قل افلا تتقون ○ قل من بیدہ ملکوت کل شیئ وھو یجیر ولا یجار علیہ ان کنتم تعلمون ○ سیقولون للہ ط قل فانی تسحرون[1] ○ وقال تعالٰی، ولئن سالتہم من خلق السمٰوٰت والارض وسخر الشمس والقمر لیقولن اللہ ج فانی یؤفکون[2] ○ الٰی غیر ذٰلک من الاٰیات ۔ کل ذٰلک مع قولہ عزمن قائل ۔ ان تقولوا انما انزل الکتٰب علٰی طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستہم لغفلین[3] ○ فافہم ۔

رہنمائی کے لئے کافی ہے ۔ باری تعالٰی کا ارشاد ہے ، تم فرماؤ کس کی ہے زمین اور جو اس میں ہیں اگر تم جانتے ہو ؟ بولیں گے اللہ کی ۔ تم فرماؤ پھر تم کیوں دھیان نہیں دیتے ؟ تم فرماؤ کون ہے ساتوں آسمانوں کا مالک اور بڑے عرش کا مالک ؟ بولیں گے ، یہ اللہ ہی کی شان ہے ۔ فرماؤ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے ؟ تم فرماؤ کون ہے جس کے ہاتھ ہر چیز کا اقتدار ہے اور وہ پناہ دینے والا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی اگر تم جانتے ہو ؟ بولیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے ۔ فرماؤ پھر تم کس جادو کے فریب میں پڑے ہو ۔ اور ارشاد باری ہے اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین اور کام میں لگائے سورج اور چاند تو ضرور کہیں گے اللہ نے ۔ پھر کہاں اوندھے جاتے ہیں ؟ ۔ اور ان کے علاوہ آیات ۔ ساتھ ہی یہ ارشاد بھی ہے ، کبھی تم کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی اور ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے غافل تھے ، غور کیجئے ۔ (ت)

ائمہ ماتریدیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ائمہ بخارا وغیرہم بھی اسی کے قائل ہوئے ۔ امام محقق

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/ ۸۴ تا ۸۹
[2] " " ۲۹/ ۶۱
[3] " " ۶/ ۱۵۶

کمال الدین ابن الہمام قدس سرہٗ نے اسی کو مختار رکھا۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال ائمۃ بخاری عندنا لا یجب ایمان ولا یحرم کفر قبل البعثت کقول الاشاعرۃ۔[1]

ائمہ بخارا نے اشاعرہ کی طرح فرمایا، ہمارے نزدیک قبل بعثت وجوبِ ایمان اور حرمتِ کفر دونوں نہیں۔ (ت)

فواتح الرحموت میں ہے:

عند الاشعریۃ والشیخ ابن الہمام لایؤاخذون ولو اتوا بالشرک والعیاذ باللہ تعالٰی۔[2]

اشعریہ اور شیخ ابن الہمام کے نزدیک ان سے مواخذہ نہیں اگرچہ مرتکبِ شرک ہوں، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (ت)

حاشیہ طحطاویہ علی الدر المختار میں ہے:

اھل الفترۃ ناجون ولو غیروا وبدلوا علٰی ما علیہ الاشاعرۃ و بعض المحققین من الماتریدیۃ ونقل الکمال فی التحریر عن ابن عبد الدولۃ انہ المختار لقولہ تعالٰی، وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ___ وما فی الفقہ الاکبر من ان والدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماتا علی الکفر فمدسوس علی الامام الخ۔[3]

اہلِ فترت ناجی ہیں اگرچہ تغییر و تبدیل کے مرتکب ہوں۔ اس پر اشاعرہ اور بعض محققینِ ماتریدیہ ہیں۔ کمال ابن ہمام تحریر میں ابن عبد الدولہ سے ناقل ہیں کہ یہی مختار ہے کیونکہ ارشاد باری تعالٰی ہے، ہم عذاب فرمانے والے نہیں جب تک کہ کوئی رسول نہ بھیج لیں ___ اور فقہ اکبر میں جو ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین نے حالتِ کفر میں انتقال کیا تو یہ مصنفِ فقہ اکبر امام اعظم پر دسیسہ کاری ہے۔ (ت)

اس قول پر تو ظاہر کہ اہلِ فترت کو تا زمانِ فترت کافر نہ کہا جائے گا کہ وہ ناجی ہیں، اور کافر ناجی نہیں۔ تو شکل ثانی نے صاف نتیجہ دیا کہ وہ کافر نہیں۔

وعلٰی ھذا استدل بہ السید العلامۃ

اسی بنیاد پر اس سے سید علامہ طحطاوی نے

---

[1] منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر معنی قرب الباری الخ دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص ۳۰۷
[2] فواتح الرحموت بذیل المستصفی المقالۃ الثانیہ الباب الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۲۹
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۲/ ۸۰

علیٰ نزھۃ الابوین الشریفین عن الکفر۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعن کل من احب اجلالہما اجلالا لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

والدین کریمین کے کفر سے منزّہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہوا اور ہر اس شخص سے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اکرام کی خاطر ان کا اکرام پسند کرے۔ (ت)

ولہذا ائمہ اشاعرہ میں کوئی انھیں مسلم کہتا ہے کوئی معنیٰ مسلم میں۔

قال الزرقانی "ثم اختلفت عبارۃ الاصحاب فیمن لم تبلغہ الدعوۃ فاحسنہا من قال انہ ناج، و اتاھا اختار السبکی، ومنہم من قال علی الفترۃ[عہ]، ومنہم من قال مسلم قال الغزالی والتحقیق ان یقال فی معنیٰ مسلم[۱]"

زرقانی نے فرمایا: پھر اصحاب (ائمہ رحمہم اللہ) کی عبارتیں اس کے بارے میں مختلف ہوگئیں جسے دعوت نہ پہنچی سب سے عمدہ عبارت اس کی ہے جس نے کہا کہ وہ ناجی ہے۔ اسی کو امام سبکی نے اختیار کیا، کسی نے کہا وہ فترۃ پہ ہے کسی نے کہا مسلم ہے۔ امام غزالی نے فرمایا کہ تحقیق یہ ہے کہ اسے معنیٰ مسلم میں کہا جائے۔ (ت)

اس طور تو خود ابوطالب پر حکمِ کفر اس وقت سے ہوا جب بعد بعثتِ اقدس تسلیم و اسلام سے انکار کیا، اور یہ وقت وُہ تھا کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الاسنیٰ خود اسلام لاکر حکمِ تبعیت سے قطعاً منزّہ ہوچکے تھے وللہ الحمد۔

بعض علماء قائلِ تفصیل ہُوئے کہ اہلِ فترت کے مشرک معاقَب اور موحِّد و غافل مطلقاً ناجی۔

یہ قول اشاعرہ سے امامین جلیلین نووی و رازی رحمہما اللہ تعالیٰ کا ہے۔

وتعقبہ الامام الجلال السیوطی فی رسائلہ فی الابوین الکریمین

اس قول کا امام جلال الدین سیوطی نے اسلام والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعلق اپنے

عہ ھکذا ھو فی نسختی بالتاء و تراٰی لی انہ "الفطرۃ" بالطاء ۱۲ منہ۔

(اعلیحضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں) میرے نسخہ میں اسی طرح تا سے ہے میرا خیال ہے کہ یہ طا کے ساتھ "فطرۃ" ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول باب وفاۃ امہ الخ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۸۲

رضی اللہ تعالٰی عنہما بما یرجع الی القول
بالامتحان۔ والعلامۃ ابو عبداللہ محمد
بن خلف الابی فی اکمال الاکمال شرح
صحیح مسلم کما نقل کلامہ فی
المواھب۔ اقول لکنہ عاد، اٰخر
الٰی تسلیمہ حیث قال اوّلاً "لمّا دلّت
القواطع علٰی انّہ لاتعذیب حتّٰی
تقوم الحُجۃ علینا انہم غیر معذّبین[1]"
ثم استشعر وُرود الاحادیث
وقسمھم اٰخر الکلام الٰی
موحِّد و مبدّل وغافل،
ثم قال فیحمل من صح
تعذیبہ علٰی اھل القسم الثانی
لکفرھم بما تعدوا بہ من
الخبائث، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی قد سمّٰی
جمیع ھٰذا القسم کفّارًا ومشرکین۔
فانا نجد القراٰن
کلما حکٰی حال احد
سجّل علیھم بالکفر
والشرک، کقولہ تعالٰی
"ماجعل اللہ من بحیرۃ
ولاسائبۃ" ثم قال اللہ تعالٰی
ولکن الذین کفروا

رسائل میں تعاقب کیا ہے جس کا مآل یہ ہے کہ
پہلے اہلِ فترت کا امتحان (پھر فیصلہ)، علامہ
ابوعبداللہ محمد بن خلف اُبّی مالکی نے بھی اکمال الاکمال
شرح صحیح مسلم میں قول مذکور کا تعاقب کیا ہے
جیسا کہ مواہب لدنیہ میں ان کا کلام منقول ہے،
اقول مگر آخر میں چل کر انھوں نے اس قول کو
تسلیم کرلیا ہے اس طرح کہ پہلے فرمایا کہ جب قطعی
نصوص نے بتایا کہ حجت قائم ہوئے بغیر عذاب
نہ دیا جائے گا تو ہم نے جانا کہ ان پر عذاب نہ ہوگا[1]۔
پھر انھیں خیال پیدا ہوا کہ تعذیب کے بارے
میں تو حدیثیں بھی وارد ہیں تو آخر کلام میں اہلِ فترت
کو انھوں نے تین قسموں موحّد، مبدّل اور
غافل میں تقسیم کیا۔ پھر فرمایا کہ جن کی تعذیب کی
صحت ثابت ہے انھیں قسم ثانی والوں پر محمول
کیا جائیگا اس لئے کہ وہ اپنے بُرے افکار و
اعمال کے ذریعہ حد سے تجاوز کرنے کے باعث
کافر ہوئے اور اللہ تعالٰی نے اس قسم کے
سارے لوگوں کو کفار و مشرکین کے نام سے
موسوم کیا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن ان میں سے
جب کسی کا حال بیان فرماتا ہے تو صاف صاف
ان کے کافر و مشرک ہونے کا حکم ثبت فرمادیتا ہے
جیسے یہ ارشادِ باری ہے: اللہ نے مقرر نہ کیا
بحیرہ (کان چرا) اور سائبہ۔ پھر یہ ارشاد ہے:

---

[1] المواھب اللدنیۃ المقصد الاول قضیۃ نجاۃ والدیہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۷۹

یفترون علی اللہ الکذب ط و اکثرھم لا یعقلون[1] الخ فھذا کما ترٰی رجوع الٰی ما قالہ ھٰذان الامامان من تعذیب من اشرك منھم۔ اقول و فی استدلالہ بالاٰیۃ خفاء ظاھر اذ لیست نصًّا فی ان المراد بھم من اخترع ذٰلك من اھل الفترۃ بل الکفار لمّا تدیّنوا بتلك الاباطیل سجل علیھم بانھم یفترون علی اللہ الکذب ــــ و بالجملۃ فمفاد الاٰیۃ ان الکافرین یفترون لا ان المفترین کلھم کافرون، حتّٰی یکون تسجیلا علٰی کفر اھل الفترۃ۔

لیکن جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں الخ۔ تو جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اسی کی طرف رجوع ہے جو امام نووی و امام رازی نے فرمایا کہ اہلِ فترت کے مشرکوں پر عذاب ہوگا ــــ اقول (میں کہتا ہوں) ہاں علامہ اُبی نے آیتِ مذکورہ سے جو استدلال کیا ہے اس میں کھلا ہُوا خفا ہے کیونکہ آیت اس بارے میں نص نہیں ان سے اہلِ فترت ہی کے (بحیرہ وغیرہ کا) اختراع کرنیوالے مراد ہیں، بلکہ کفار نے جب ان باطل چیزوں کو اپنے دین و اعتقاد میں داخل کرلیا تو ان کے بارے میں یہ حکم ثبت فرمایا کہ وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ــ حاصل کلام یہ کہ آیت کا مفاد یہ ہے کہ کافرین افترا کرتے ہیں، نہ یہ کہ سارے افترا کرنے والے کافر ہیں کہ اہلِ فترت کے کفر کی تصریح ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں یہی قول ائمۂ بخارا کی طرف نسبت کیا،

علی خلاف ما قدمنا عن القاری والطحطاوی و بحرالعلوم رحمھم اللہ تعالٰی، حیث قال "نعم البخاریون من الماتریدیۃ وافقوا الاشاعرۃ، وحملوا قول الامام، لا عذر لاحد فی الجھل بخالقہ، علٰی ما بعد

اس کے برخلاف جو پہلے ہم نے مولانا علی قاری، طحطاوی اور بحرالعلوم رحمہم اللہ تعالٰی سے نقل کیا، علامہ شامی نے اس طرح فرمایا کہ ہاں ماتریدیہ میں سے ائمۂ بخارا اشاعرہ کے موافق ہوئے انھوں نے امام اعظم کے قول "اپنے خالق سے جاہل رہنے میں کسی کے لئے کوئی عذر نہیں" کو

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول قضیۃ نجاۃ والدہ صلی اللہ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۸۱

البعثة، واختارہ المحقق ابن الہمام فی التحریر۔ لکن ھذا فی غیر من مات معتقدا للکفر۔ فقد صرح النووی والفخر الرازی بان من مات قبل البعثۃ مشرکا فھو فی النار، وعلیہ حمل بعض المالکیۃ ما صح من الاحادیث فی تعذیب اھل الفترۃ الخ۔[1]

مابعدِ بعثت پر محمول کیا۔ اسی کو محقق ابن الہمام نے تحریر میں اختیار کیا۔ لیکن یہ قول جو لوگ کفر کا عقیدہ رکھتے ہوئے مرگئے ان کے علاوہ کے بارے میں ہے۔ امام نووی اور فخر الدین رازی نے تصریح فرمائی ہے کہ جو قبل بعثت حالتِ شرک میں مرگئے جہنم میں ہوں گے۔ اسی پر بعض مالکیہ نے تعذیب اہلِ فترت سے متعلق احادیث صحیحہ کو محمول کیا ہے۔ (ت)

جمہور ائمہ ماتریدیہ قدست اسرارہم کے نزدیک اہلِ فترت کے مشرک[1]، معاقب۔ موحد[2] ناجی۔ غافلوں[3] میں جس نے مہلتِ فکر و تامل نہ پائی، ناجی۔ پائی[4]، معاقب۔

وھو المؤید بما نقل عن امام المذھب رضی اللہ عنہ من قولہ لاعذر لاحد[1] الخ۔ وحمل البخاریین لایجری فی قولہ الاٰخر فیما نقل عنہ وانّہ لولم یبعث اللہ رسولا لوجب علی الخلق معرفتہ بعقولھم لکن اوّلہ المحقق بحمل الوجوب علی العرفی۔ ای لکان ینبغی لھم ذلک۔ **اقول** ویرد علی ظواھر ھذہ الاقوال جمیعا احادیث الامتحان وھی صحیحۃ

یہی قول تائید یافتہ ہے اس سے جو امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ کسی کے لئے اپنے خالق سے جاہل رہنے میں کوئی عذر نہیں الخ اور اہلِ بخارا کا بعدِ بعثت والوں پر اس قول کو محمول کرنا امام سے منقول اس دوسرے قول میں نہ چل سکے گا کہ اگر اللہ تعالٰی کوئی رسول نہ مبعوث فرماتا تو بھی مخلوق پر اپنی عقلوں کے ذریعہ خالق کی معرفت واجب ہوتی۔ لیکن محقق ابن الہمام نے اسے وجوب عرفی پر محمول کرکے تاویل کی ہے یعنی ان کے لئے یہی مناسب ہوتا۔ **اقول** ان تمام اقوال کے ظاہر پر احادیثِ امتحان سے اعتراض وارد

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب نکاح الکافر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۸۶

[2] ردالمحتار " " " " " " " " " "

کثیرۃ ولا ترد ولا ترام وقد عد السیوطی جملۃ منھا قال والصحیح منھا ثلثۃ۔

29

الاول حدیث الاسود بن سریع و ابی ھریرۃ معاً مرفوعاً اخرجہ احمد وابن راھویہ والبیھقی وصححہ وفیہ واما الذی مات فی الفترۃ فیقول رب ما اتانی لک رسول، فیأخذ مواثیقھم لیطیعنہ، فیرسل الیھم ان ادخلوا النار، فمن دخلھا کانت علیہ برداً و سلاماً ومن لم یدخلھا سحب الیھا[1]

والثانی حدیث ابی ھریرۃ موقوفاً ولہ حکم الرفع لان مثلہ لایقال من قبل الرأی۔ اخرجہ عبدالرزاق و ابن جریر و ابن ابی حاتم وابن المنذر فی تفاسیرھم، اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین[2]

والثالث حدیث ثوبان مرفوعاً، اخرجہ البزار والحاکم فی المستدرک وقال صحیح علی شرط الشیخین، واقرہ الذھبی الخ[3]

ہوگا۔ اور یہ حدیثیں صحیح بھی ہیں کثیر بھی۔ اس قابل نہیں کہ رَد کی جائیں یا انھیں رَد کرنے کا ارادہ کیا جائے۔ امام سیوطی نے ان میں کچھ حدیثیں شمار کرائی ہیں، فرمایا کہ ان میں تصحیح یافتہ تین ہیں:

اوّل: اسود بن سریع اور ابوہریرہ دونوں حضرات کی حدیث مرفوع، جس کی تخریج امام احمد اور ابن راہویہ اور بیہقی نے کی ہے۔ اور بیہقی نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔ اس حدیث میں ہے: لیکن وہ جو فترت میں مرگیا تو عرض کرے گا خداوندا! میرے پاس تیرا کوئی رسول نہ آیا۔ تو اُن سے عہد و پیمان لے گا کہ اب ضرور اس کا حکم مانیں گے۔ تو انھیں پیغام بھیجے گا کہ دوزخ میں داخل ہوجاؤ، جو داخل ہوگا اس پر ٹھنڈک اور سلامتی ہوجائے گی۔ جو نہ داخل ہوگا اسے گھسیٹ کر لایا جائے گا۔

دوم: حضرت ابوہریرہ کی حدیث موقوف، یہ بھی مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ ایسی بات رائے سے نہیں کہی جاسکتی۔ اس کی تخریج عبدالرزاق نے کی ہے اور ابن جریر وابن ابی حاتم وابن المنذر نے اپنی تفاسیر میں کی ہے اسکی اسناد صحیح برشرط شیخین ہے۔

سوم: حضرت ثوبان کی حدیث مرفوع، جس کی تخریج بزار نے کی ہے، اور حاکم نے مستدرک میں تخریج کرکے فرمایا کہ صحیح برشرط شیخین ہے اور ذہبی نے اسے مقرر رکھا۔

[1،2،3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالۃ السیوطی المقصد الاول باثبات امہ الخ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۶۳-۱۶۲

وذٰلك لان الامتحان یوجب الوقف والقول بشیئ یخالفه بیداقٓ تمام ورودہ انما هو علی الاشاعرة الذین اطلقوا القول بالنجاة امّا المفصلون من اصحابنا فلهم ان یقولوا ینجو هذا ویعاقب ذاك۔ ولکن یکون ذٰلك بعد الامتحان۔ ولی ھٰھنا کلام اٰخر فی تحقیق المرام لا اذکرہ لخوف الاطالة وغرابة المقام فلنرجع الی ماکنّا فیه۔

وجہ اعتراض یہ ہے کہ جب فیصلہ بعد امتحان ہوگا تو ہم پر توقف لازم ہے، اور کوئی صریح حکم لگا دینا اس کے خلاف ہے، لیکن یہ سارا اعتراض ان اشاعرہ پر ہے جو مطلقاً نجات کے قائل ہیں لیکن ہمارے اصحاب میں سے اہلِ تفصیل یہ جواب دے سکتے ہیں کہ یہ ناجی ہوگا وہ معاقب۔ لیکن فیصلہ بعد امتحان ہوگا ــــ اور یہاں تحقیقِ مقصود میں میرا ایک دوسرا کلام ہے جسے خوفِ طوالت اور اجنبیتِ مقام کے باعث ترک کر رہا ہوں، اب ہم اصل بحث کی طرف رجوع کریں۔ (ت)

ان دونوں قولوں پر بس حکم کفر کے لئے صراحۃً اختیارِ شرک، یا بر قول آخر باوصفِ مہلتِ تامل، ترکِ توحید کا ثبوت لازم۔ ہم پوچھتے ہیں مخالف کے پاس کیا حجت ہے کہ زمانہ فترت میں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہا موحدہ یا غافلہ نہ تھیں حالانکہ بہت عورتوں کی نسبت یہی مظنون کما قدمنا عن الزرقانی عن السیوطی (جیسا کہ ہم بحوالہ زرقانی امام سیوطی سے ماقبل میں ذکر کرچکے ہیں۔ ت) مخالف جو دلیل رکھتا ہو پیش کرے اور جب نہ پیش کرسکے تو رجماً بالغیب حکمِ تبعیت پر کیونکر منہ کھول دیا۔ کیا اطلاقِ کفر اور وہ بھی معاذ اللہ ایسی جگہ محض اپنے تراشیدہ اوہام پر ہوسکتا ہے؟ کیا محتمل نہیں کہ وہ اس وقت بھی ان لوگوں میں ہوں جو بالاتفاق ناجی ہیں؟ تو ولد انھیں کا تابع ہوگا اور بالتبع بھی حکمِ کفر ہرگز صحیح نہ ہوسکے گا۔ علامہ شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار میں مسلم وکافرہ سے مولود بالزنا کی نسبت فرماتے ہیں:

یظهر لی الحکم بالاسلام للحدیث الصحیح کل مولود یولد علی الفطرة حتی یکون ابواہ هما اللذان یهودانه او ینصرانه، فانهم قالوا انه صلی اللہ تعالٰی علیه

مجھے اس کے مسلمان ہونے کا حکم کرنا ہی سمجھ میں آتا ہے اس لئے کہ حدیث صحیح ہے کہ ہر بچہ دینِ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے ماں باپ دونوں ہی اس کو یہودی یا نصرانی بناتے ہیں۔ علماء نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ

وسلم جعل اتفاقهما ناقلا له عن الفطرة فاذا لم يتفقا بقي على اصل الفطرة، وايضًا حيث نظروا للجزئية فی تلك المسائل احتیاطا فلینظر الیها ھنا احتیاطا ایضا، فان الاحتیاط بالدین اولٰی ولان الکفر اقبح القبیح فلا ینبغی الحکم به علٰی شخص بدون امر صریح[1] اھ ملخصا۔

تعالٰی علیہ وسلم نے ماں اور باپ دونوں کے اتفاق کو دینِ فطرت سے منتقل کرنے والا ٹھہرایا۔ تو اگر دونوں متفق نہ ہوں تو بچہ اصل فطرت پر رہے گا۔ دوسری وجہ یہ کہ علمائے جب ان مسائل میں احتیاطًا جزئیت کا لحاظ کیا تو یہاں بھی احتیاطًا لحاظ جزئیت ہونا چاہئے کیونکہ دین کے معاملہ میں احتیاط ہی اولٰی ہے اور اس لئے بھی کہ کفر سب سے بدتر قبیح ہے تو کسی شخص پر کسی امرِ صریح کے بغیر حکمِ کفر لگانا مناسب نہیں اھ ملخصاً (ت)

سبحان اللہ! اس جرأت کی کوئی حد ہے کہ مدعا علیہ اسد اللہ الغالب اور دلیل وگواہ مفقود و غائب، انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ ہی کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ ت)۔

ثانیًا باجماعِ ائمہ اشاعرہ قدست اسرارھم حُسن وقُبح مطلقًا شرعی ہیں۔ تو قبلِ شرع اصلاً کسی شَی کی نسبت ایجاب یا تحریم کچھ نہیں۔ بعض ائمہ ماتریدیہ تمت انوارھم بھی باآنکہ قائل عقلیت ہیں مگر تعرفِ عقل قبلِ سمع کو مستلزمِ حکم وشغلِ ذمّہ مکلّف[عہ] نہیں جانتے۔ یہی مذہب امام ابن الہمام نے اختیار فرمایا اور انھیں کی تبعیت فاضل محب اللہ بہاری نے کی۔ مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے:

(عندنا) وعند المعتزلة عقلی لکن عندنا من متاخری الماتریدیة لایستلزم ھذا الحسن والقبح حکما

اشیاء کا حُسن وقُبح ہمارے نزدیک اور معتزلہ کے نزدیک عقلی ہے لیکن ہم متاخرین ماتریدیہ کے نزدیک یہ حُسن وقُبح بندے کے بارے میں اللہ

عہ یعنی بعض ائمہ ماتریدیہ مانتے ہیں کہ کچھ اشیاء کے حُسن وقُبح کا ادراک عقل سے ہوتا ہے مگر وہ اس کے قائل نہیں کہ شریعت آنے سے پہلے ہی محض عقل کے ادراک پر مکلف بندہ ذمہ دار ہوجائے اور اس پر کسی کام کا کرنا یا نہ کرنا لازم ہوجائے ۱۲ محمد احمد

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب نکاح الکافر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۹۴

من اللہ سبحٰنہ فی العبد فما لم یحکم اللہ تعالٰی بارسال الرسل وانزال الخطاب لیس ھناک حکم اصلا ومن ھٰھنا اشترطنا بلوغ الدعوۃ فی تعلق التکلیف فالکافر الذی لم تبلغہ الدعوۃ غیر مکلف بالایمان ایضاً ولا یؤاخذ بکفرہ[1] اھ ملخصاً۔

سبحٰنہ کی طرف سے کسی حکم کو مستلزم نہیں، توجب تک اللہ نے رسولوں کو بھیج کر اور خطاب نازل فرما کر کوئی حکم نہ فرمایا یہاں بالکل کوئی حکم نہیں۔ یہیں سے ہم نے کہا کہ مکلّف ہونے کا تعلق اس شرط کے ساتھ ہے کہ دعوت پہنچی ہو۔ تو وہ کافر جسے دعوت نہ پہنچی وہ ایمان کا بھی مکلف نہیں اور اس کے کفر پر بھی اس سے مواخذہ نہ ہوگا اھ ملخصاً (ت)

نیز فواتح میں ہے:

حاصل البحث ان ھٰھنا ثلثۃ اقوال: **الاول** مذھب الاشعریۃ ان الحسن والقبح فی الافعال شرعی وکذالک الحکم۔ **الثانی** انھما عقلیان وھما مناطان لتعلق الحکم۔ فاذا ادرک فی بعض الافعال کالایمان والکفر والشرک والکفران یتعلق الحکم منہ تعالٰی بذمۃ العبد وھو مذھب ھٰؤلاء الکرام والمعتزلۃ، الا انہ عندنا لا تجب العقوبۃ بحسب القبح العقلی کما لا تجب بعد ورود الشرع لاحتمال العفو بخلاف ھٰؤلاء[2]۔

حاصلِ بحث یہ ہے کہ یہاں تین اقوال ہیں:
اول مذہب اشعریہ کہ افعال کا حسن و قبح شرعی ہے۔ اسی طرح حکمِ افعال بھی شرعی ہے۔
دوم حسن و قبح عقلی ہیں اور ان پر تعلقِ حکم کا مدار ہے۔ توجب بعض افعال میں حکم کا ادراک ہوجائے جیسے ایمان، کفر، شرک اور کفران میں تو اللہ تعالٰی کی طرف سے بندے کے ذمہ حکم متعلق ہوجائے گا، یہی ان علمائے کرام اور معتزلہ کا مذہب ہے، مگر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قبحِ عقلی کے اعتبار سے عقوبت واجب نہیں ہوجاتی جیساکہ ورودِ شرع کے بعد واجب نہیں کیونکہ عفو کا احتمال ہے بخلاف معتزلہ کے کہ وہ واجب مانتے ہیں۔

الثالث عقلیان ولیسا موجبین للحکم

سوم حسن و قبح عقلی ہیں۔ اور اتنے ہی سے

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی المقالۃ الثانیۃ الباب الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۲۵
[2] " " " " " " " ۱/ ۲۹

ولا کاشفین عن تعلقہ، وھو مختار الشیخ ابن الھمام وتبعہ المصنف ورأیت فی بعض الکتب وجدت مشائخنا الذین لاقیتھم قائلین مثل قول الاشعریۃ اھ بتلخیص۔	وہ تعلقِ حکم کے موجب یا مُظہر نہیں۔ یہی شیخ ابن الہمام کا مختار ہے اور مصنّف نے اسی کا اتباع کیا ہے۔ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا کہ میں نے اپنے ان مشائخ کو جن سے میں نے ملاقات کی ہے اشعریہ کے قول کا قائل پایا اھ بتلخیص۔ (ت)

ان دونوں قولوں پر قبلِ شرع حکم اصلاً نہیں، تو عصیان نہیں، کہ عصیان مخالفتِ حکم کا نام ہے۔

ولذا قال الامام ابن الھمام کیف تحقق طاعۃ او معصیۃ قبل ورود امر و نھی۔	اسی لئے ابن الہمام نے فرمایا کہ امر و نہی وارد ہونے سے پہلے کسی طاعت یا معصیت کا تحقق کیسے!۔ (ت)

اور جب عصیان نہیں کفر بالاولٰی نہیں کہ وُہ اخبثِ معاصی ہے اور انتفائے عام مستلزم انتفائے خاص۔ یُوں بھی خود ابوطالب پر تا زمانِ فترت حکمِ کفر نہ تھا، جب کفر کیا تبعیت کا اصلاً محل نہ تھا۔

جماہیر ائمہ ماتریدیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اگرچہ عقل کو مُعرّف حکم مانتے ہیں، مگر نہ مطلقاً کہ یہ توسفاہتِ سفہائے معتزلہ و روافض وکرامیہ و براہمہ خذلہم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی ان کو رُسوا کرے۔ت) ہے۔ بلکہ صرف امثالِ توحید و شکر و ترکِ کفران وکفر وغیرہا امورِ عقلیہ غیر محتاجِ سمع میں۔ اس مذہب پر پھر وہی سوال ہو گا کہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا زمانِ فترت میں ارتکابِ شرک و اجتنابِ توحید ثابت کرو۔ اگر نہ ثابت کرسکو تو کیا مولی المسلمین ولی رب العٰلمین حبیب سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایسے شنیع لفظ کا اطلاق بے دلیل کر دیا جائے گا؟

ثالثاً اس سب سے تنزل کیجئے اور تا ظہورِ بعثت ان دونوں زن وشو کا کفر مان ہی لیجئے تو اب ایک ذرا نظرِ انصاف درکار کہ امر دوم کا پتا قدم لگا رہا نہ رہے۔

ناسمجھ بچّے کو بہ تبعیتِ والدین یا دار کافر کہنے کے ہرگز ہرگز یہ معنی نہیں کہ وہ حقیقۃً کافر ہے کہ

۱؎ فواتح الرحموت بذیل المستصفی المقالۃ الثالثۃ الباب الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۲۹

یہ تو بداہۃً باطل۔ وصفِ کفر یقیناً اُس سے قائم نہیں، بلکہ اسلام فطری سے متصف ہے کما قدمنا (جیسا کہ پہلے گزرچکا۔ت) ـــــ یہ اطلاق صرف ازروئے حکم ہے یعنی شرعاً اس پر وہ احکام ہیں جو اس کے باپ یا اہلِ دار پر ہیں وہ بھی نہ مطلقاً بلکہ صرف دنیوی مثلاً وہ اپنے کافر مُوَرِّث کا ترکہ پائے گا نہ مسلم کا، کافر وارث کو اس کا ترکہ ملے گا نہ مسلم کو، کافرہ سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے نہ مسلمہ سے، وہ مرجائے تو اُس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں گے، مسلمانوں کی طرح غسل وکفن نہ دیں گے، مقابرِ مسلمین میں دفن نہ کریں گے الیٰ غیر ذٰلک من الاحکام الدنیویۃ (اس کے علاوہ دیگر دنیوی احکام۔ت)۔

فتح القدیر میں ہے:

تبعیۃ الابوین او احدھما ای فی احکام الدنیا لا فی العقبٰی[1]۔

والدین یا ان میں سے کسی ایک کے تابع ہونا یعنی دنیوی احکام میں ہے نہ کہ اُخروی احکام میں۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

اعلم ان المراد بالتبعیۃ التبعیۃ فی احکام الدنیا لا فی العقبٰی[2]۔

تُوجان لے کہ تابع ہونے سے مراد دنیاوی احکام میں تابع ہونا ہے نہ کہ اُخروی احکام میں۔(ت)

شرنبلالیہ میں ہے:

التبعیۃ انما ھی فی احکام الدنیا لا فی العقبٰی[3]۔

تابع ہونا تو محض دنیاوی احکام میں ہے نہ کہ اُخروی احکام میں۔(ت)

درمختار میں ہے:

تبع لہ ای فی احکام الدنیا لا العقبٰی لما مر انھم خدم اھل

بچہ والدین میں سے کسی کے تابع ہے یعنی دنیاوی احکام میں نہ کہ اُخروی احکام میں، کیونکہ گزرچکا ہے کہ ان کے بچے جنتیوں کے خادم

---

[1] فتح القدیر باب الجنائز فصل فی الصلٰوۃ علی المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۹۴
[2] بحرالرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلٰوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۹۰
[3] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ علی الدرر باب الجنائز میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۶

الجنۃ۔[1]

ہوں گے۔ (ت)

اور جب یہ تبعیت صرف احکامِ دنیوی میں ہے تو اس کا ثبوت احکامِ دنیا کے وجود پر موقوف۔ اگر دنیا میں کوئی حکم ہی نہ ہو تو تبعیت کس چیز میں ہوگی؟ اور پُر ظاہر کہ قبلِ بعثت ان امور میں کوئی حکمِ شرعی اصلاً اجماعاً متحقق نہ تھا۔ تو اس وقت تک کسی ناسمجھ بچے کا بہ تبعیت والدین کافر قرار پانا ہرگز وجہِ صحت نہیں رکھتا کہ نہ حکم نازل، نہ تبعیت حاصل۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحٰنہ ولی التوفیق (یونہی تحقیق چاہئے اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی توفیق کا مالک ہے۔ ت)۔

اس تحقیق انیق سے بتوفیق اللہ تعالٰی روشن ہوگیا کہ بحمدہٖ سبحٰنہ تبعاً حکماً اسماً وہماً کسی طرح کسی نوع یہ لفظ شنیع حضرت مولٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی پر صادق نہ ہوا۔ روزِ الست سے ابد الآباد تک ان کا دامنِ ایمان مامنِ اِس لوث (آلودگی) سے اصلاً جزماً قطعاً مطلقاً پاک وصاف ومنزّہ رہا۔ والحمد للہ رب العٰلمین (سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)

ھذا کلہ ما فاض علٰی قلب الفقیر، من فیض اللطیف الخبیر، واسأل اللہ تعالٰی ان یجعلہ ذریعۃ مقبولۃ لحفظ ایمان ھٰذا الضعیف الحقیر لیوم لقاء الملک الجواد القدیر، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی الکبیر، وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علی الامان المؤمن المولی النصیر الشفیع الرفیع المبشر البشیر، وعلٰی اٰلہ وصحبہ واھلہ وحزبہ وعلیٍّ المرتضی الامام الامیر، وعلینا بھم ولھم وفیھم، اٰمین یا ربنا السمیع البصیر۔

یہ سب وہ ہے جو قلبِ فقیر پر لطیف خبیر کے فیض سے فائض ہوا اور میں اللہ تعالٰی سے سوال کرتا ہوں کہ اس کو بادشاہ جواد قدیر کی ملاقات کے دن تک اس ضعیف حقیر کے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ مقبولہ بنادے، اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر اللہ علی کبیر ہی سے، اور اللہ رحمت وبرکت وسلامتی نازل فرمائے امن دینے والے امان، نصرت فرمانے والے مولٰی، بلند شفیع، خوشخبری دینے والے مبشر پر اور ان کی آل، اصحاب اہلِ جماعت اور علی مرتضٰے امام امیر پر، اور ہم پر ان حضرات کے وسیلہ اور ان کے سبب سے اور ان کے زمرہ میں، قبول فرما اے ہمارے سننے دیکھنے والے رب!

[1] الدرالمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۳

تکمیل بحمد اللہ تعالٰی یہی فضل اجل واجمل، بلکہ اس سے بھی اعلٰی واکمل، نصیب حضرت امیر المومنین، امام المشاہدین، افضل الاولیاء المحمدیین، سیدنا ومولانا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے۔ حکم تبعیت تو انھیں وجوہ بالا سے باطل۔ چند برس کی عمر شریف ہوئی کہ پرتو شان خلیل الٰہی بت خانہ میں بت شکنی فرمائی۔ ان کے والد ماجد سیدنا ابوقحافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (کہ وہ بھی صحابی ہوئے) اس زمانہ جاہلیت میں انھیں بت خانے لے گئے اور بتوں کو دکھا کر کہا، ھٰذہ الھتك الشم العلٰی فاسجد لھا یہ تمھارے بلند وبالا خدا ہیں انھیں سجدہ کرو۔ وہ تو یہ کہہ کر باہر گئے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ قضائے مبرم کی طرح بت کے سامنے تشریف لائے اور براہ اظہار عجز صنم وجہل صنم پرست ارشاد فرمایا، انی جائع فاطعمنی میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے۔ وہ کچھ نہ بولا۔ فرمایا، انی عار فاکسنی میں ننگا ہوں مجھے کپڑا پہنا۔ وہ کچھ نہ بولا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر فرمایا، میں تجھ پر پتھر ڈالتا ہوں فان کنت الٰھا فامنع نفسك اگر تو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچا۔ وہ اب بھی نرا بت بنا رہا۔ آخر بقوت صدیقی پتھر پھینکا کہ وہ خدائے گمراہان منہ کے بل گرا۔ والد ماجد واپس آتے تھے یہ ماجرا دیکھا، کہا: اے میرے بچے! یہ کیا کیا؟ فرمایا، وہی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ وہ انھیں ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام الخیر رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس (کہ وہ صحابیہ ہوئیں) لے کر آئے اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا انھوں نے فرمایا، اس بچے سے کچھ نہ کہو، جس رات یہ پیدا ہوئے میرے پاس کوئی نہ تھا میں نے سنا کہ ہاتف کہہ رہا ہے:

یا امۃ اللہ علی التحقیق ؛ ابشری بالولد العتیق ؛ اسمہ فی السماء الصدیق ؛ لمحمد صاحب ورفیق ؛ رواہ القاضی ابوالحسین احمد بن محمد الزبیدی بسندہ فی "معالی الفرش الٰی عوالی العرش"[1] وقد ذکرنا الحدیث بطولہ فی کتابنا المبارك

اے اللہ کی سچی لونڈی! تجھے خوشخبری ہو اس آزاد بچے کی، اس کا نام آسمانوں میں صدیق ہے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یار ورفیق ہے۔ (اسے قاضی ابوالحسین احمد بن محمد زبیدی نے "معالی الفرش الٰی عوالی العرش" میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور ہم نے پوری حدیث طویل اپنی کتاب "مطلع القمرین فی

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری بحوالہ معالی الفرش الٰی عوالی العرش باب اسلام ابی بکر دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۱۸۷، ۱۸۸

ان شاء اللہ تعالٰی مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین۔ — "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں بیان کیا ہے جو بابرکت (کتاب) ہے اگر اللہ نے چاہا۔ ت)

سولہ[16] برس کی عمر میں حضور پُرنور سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدم پکڑے کہ عمر بھر نہ چھوڑے، اب بھی پہلوئے اقدس میں آرام کرتے ہیں، روزِ قیامت دست بدستِ حضور اٹھیں گے، سایہ کی طرح ساتھ ساتھ داخلِ خلدِ بریں ہوں گے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مبعوث ہوئے فوراً بے تامل ایمان لائے، ولہذا سیدنا امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لم یزل ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ بعین الرضا منہ[1] — حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ہمیشہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خوشنودی میں رہے۔ (ت)

امام قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

اختلف الناس فی مرادہ بھذا الکلام فقیل لم یزل مؤمنا قبل البعثۃ وبعدھا وھو الصحیح المرتضٰی[2] — اس کلام سے امام اشعری کی مراد میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بیانِ مراد میں ایک قول یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مومن رہے، قبلِ بعثت بھی، بعد بعثت بھی۔ یہی قول صحیح و پسندیدہ ہے (ت)

امام اجل سیدی ابوالحسن علی بن عبدالکافی تقی الدین سبکی قدس سرہ الملکی فرماتے ہیں:

الصواب ان یقال ان الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یثبت عنہ حالۃ کفر باللہ کما ثبتت عن غیرہ ممن اٰمن۔ وھو الذی سمعناہ من اشیاخنا و من یقتدٰی بہ وھو الصواب ان شاء اللہ تعالٰی[3] — صحیح یہ کہنا ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے متعلق کوئی حالتِ کفر ثابت نہ ہوئی جیسا کہ دوسرے ایمان والوں سے متعلق ثابت ہوئی۔ یہی ہم نے اپنے شیوخ اور پیشواؤں سے سُنا ہے اور یہی حق ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب اسلام ابی بکر رضی اللہ عنہ دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۱۸۶
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

الحمدللہ یہ اجمالی جواب، موضح صواب، نہم جمادی الاخری روزِ شنبہ کو تمام اور بلحاظِ تاریخ "تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ عن وصمۃ عہد الجاھلیۃ" نام ہوا۔

و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین، وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ وسراج افقہ سیدنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم، وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔

اور ہماری دُعا کا اختتام یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے بہترین مخلوق، اس کے افق کے سراج ہمارے آقا ومولٰی محمد پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ اس کا علم اتم اور اس کا حکم مضبوط ہے۔ (ت)